خواتین کا حقِ وراثت: قران وسنت اور پاکستانی عدالتی فیصلوں کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

مسرت ملک *

منظور احمد الازھری **

Abstract

This paper aims to discuss the prime aspects of the rights of inheritance for women in Pakistan. It has clearly mentioned in Quran and Hadith that the right of inheritance is preserved for the women as well as for the men. Civil law of Pakistan also provides the women with full security regarding this. Despite this force of Law and *Sharia*, there are countless cases in courts of Pakistan being heard by Civil, High and Supreme Court which indicate that the exploitation of women right in inheritance is taking place at large scale. It is important to take this sensitive situation into account and spread light on it with the intention to explore the core issue in order to raise the voice about women rights. Courts in Pakistan have paid particular attention toward solving this problem and a number of judgments have come into appearances which are helpful to understanding the reasons and causes of this type of exploitations. In this paper, teachings of Quran and Hadith have been put forward regarding women rights in inheritance, followed by presentation of legal judgments about the cases solved by courts.

KEYWORDS*: Women, Inheritance, Pakistan, Courts.*

* مسرت ملک، پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ علوم اسلامیہ، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا۔

** ڈاکٹر منظور احمد الازھری، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامیہ، ہائی ٹیک یونی ورسٹی، ٹیکسلا۔

عہد جاہلیت میں خواتین کو وراثت کے حقوق نہیں دیے جاتے تھے۔ فوت شدہ کا کل ترکہ اس کے مرد ورثا میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اہل عرب میں جانشینی کا تصور قبائلی اعتبار سے محض مرد تک محدود تھا[۱]۔ عامر بن جشم نے مردوں اور عورتوں کو برابر کا حصہ دینے کا قانون وضع کیا جس پر کچھ عرصہ عمل بھی ہوا لیکن بعد میں اس کو ترک کر دیا گیا۔[۲]

مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مدنی دور میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا کل مال ان کے بھائی نے لے لیا۔ سعد رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیاں تھیں۔ ان کی بیوہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کا حل اللہ تعالیٰ نازل فرمائے گا۔ چنانچہ میراث کی آیت[۳] نازل ہوئی، آپ ﷺ نے ایک شخص کو سعد کے بھائی کی طرف بھیجا اور دونوں بیٹیوں کو کل جائیداد کے دو دو حصے اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دینے کے بعد باقی مال سعد کے بھائی کے حوالے کر دیا۔[۴] عورت کو وراثتی حقوق دینے کا اسلام میں یہ پہلا واقعہ تھا۔ اس کے بعد خواتین کے حقوق وراثت کا مستقل تعین کر دیا گیا تھا۔

بیوی کا حق وراثت

۱۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیت عاقلہ کو ملے گی اور بیوہ کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا یہاں تک کہ ضحاک رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو لکھ کر بھیجا تھا کہ اشیم کی بیوی کو بھی دیت میں حصہ جائے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوی سے رجوع کر لیا۔[۵]

۲۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیوی اور ماں باپ کے مسئلے میں کہا: بیوی کو ربع (چوتھائی) اور ماں کو جو بچا اس کا تہائی ملے گا۔[۶]

۳۔ مسائل تقسیم میراث میں فوت شدہ کی بیوی سے مراد ایسی بیوی ہے جو مسلمان ہو اور دونوں کا نکاح صحیح ہو۔ اگر بیوی غیر مسلم ہو یا ان کا نکاح فاسد ہو تو اس صورت میں بیوی اپنے فوت شدہ شوہر کی جائیداد میں وارث تصور نہیں کی جائے گی۔[۷] اس کے حصوں کا تعین قرآن مجید میں کیا جا چکا ہے:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ[۸]

اور تمھارے لیے اس کا نصف ہے جو تمھاری بیویاں چھوڑ جائیں، اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی

اولاد ہو تو تمھارے لیے اس میں سے چوتھا حصہ ہے، جو انھوں نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں، یا قرض (کے بعد) اور ان کے لیے اس میں سے چوتھا حصہ ہے جو تم چھوڑ جائو، اگر تمھاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمھاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لیے اس میں سے آٹھواں حصہ ہے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو تم کر جائو، یا قرض (کے بعد)۔

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو وہ سب کی سب الربع (چوتھائی) یا الثمن (آٹھویں حصے) کی برابر حق دار ہوں گی۔[(۹)]

عینی بہن کا حقِ وراثت

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یمن میں لڑکی اور بہن کے بارے میں فیصلہ دیا اور بنت کو نصف اور باقی مال (عصبہ کے طور پر) بہن کو دیا۔[(۱۰)]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے فرمایا: میں وہ فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا، بیٹی کے لیے آدھا، اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس طرح دو تہائی پورے ہو جائیں، اور جو ایک تہائی بچا وہ بہن کے لیے ہے۔[(۱۱)]

اسود بن یزید سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حقیقی بہن کو بیٹی کے ساتھ وراثت میں حصہ نہ دیتے تھے یہاں تک کہ اسود نے انہیں بتایا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو نصف حصہ اور باقی حقیقی بہن کو دیا، سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم عبداللہ بن عقبہ کے پاس میرے قاصد کی حیثیت سے جاؤ، اس وقت عبداللہ بن عقبہ کوفہ میں ان کے قاضی تھے، چنانچہ اسود ان کے پاس گئے اور ان کو اس مسئلہ کا حل بتایا۔[(۱۲)]

ہزیل بن شرجیل نے کہا: ایک آدمی ابو موسیٰ اشعری اور سلمان بن ربیعہ کے پاس آیا اور ان دونوں سے بیٹی، پوتی اور حقیقی بہن کے وراثت میں حصے کے بارے میں پوچھا تو دونوں نے کہا: بیٹی کو نصف ملے گا اور باقی کا سب بہن کے لئے ہے (کیونکہ بیٹی کی موجودگی پوتی کے لئے حاجب ہے)، پھر انہوں نے کہا: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، امید ہے وہ بھی ہماری تائید کریں گے، چنانچہ وہ آدمی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اس بارے میں فتویٰ پوچھا تو انہوں نے کہا: اگر میں ایسا فتویٰ دوں تو گمراہ ہو جاؤں اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ ہوں گا، میں تو ویسا فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ بیٹی کا نصف حصہ، پوتی کو سدس (چھٹا حصہ) اور جو کچھ بچے گا وہ بہن کا ہو گا۔[(۱۳)]

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بیمار ہوا اور میرے پاس سات بہنیں تھیں، رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میرے چہرے پر پھونک ماری تو مجھے ہوش آ گیا، میں نے کہا: اللہ کے رسول! کیا میں اپنی بہنوں

کے لیے ثلث مال کی وصیت نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: "نیکی کرو"، میں نے کہا آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نیکی کرو"، پھر آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: "جابر! میرا خیال ہے تم اس بیماری سے نہیں مرو گے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام اتارا ہے اور تمہاری بہنوں کا حصہ بیان کر دیا ہے، ان کے لیے دو ثلث مقرر فرمایا ہے"۔ جابر کہا کرتے تھے کہ یہ آیت **یستفتونک قل الله یفتیکم في الکلالة** میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہے۔[(۱۴)]

وراثت کے حوالے سے بہن کے حصے کی دلیل مندرجہ ذیل ہے:

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ[(۱۵)]

"وہ تجھ سے فتویٰ مانگتے ہیں، کہہ دے اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی آدمی مر جائے، جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے اس کا نصف ہے جو اس نے چھوڑا اور وہ (خود) اس (بہن) کا وارث ہو گا، اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر وہ دو (بہنیں) ہوں تو ان کے لیے اس میں سے دو تہائی ہو گا جو اس نے چھوڑا اور اگر وہ کئی بھائی بہن مرد اور عورتیں ہوں تو مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہو گا۔ اللہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

مذکورہ آیت میں "اخت" سے مراد عینی اور علاتی بہن ہے۔ بعض حالتوں میں وہ بطور عصبہ وارث بنتی ہے اور مذکورہ آیت میں اس کا ذکر بھی ہے کہ کب بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ لفظ "اخت" سے اخیافی بہن ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ وہ بطور عصبہ وارث نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اصحاب الفروض میں سے ہے۔ ۱/۶ اور ۱/۳ کی وارث ہوتی ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باپ، بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں عینی اور علاتی بہنیں وراثت سے محروم ہو جاتی ہیں۔ آیت میں ولد سے مراد بیٹا اور پوتا ہے، اس سے مراد بیٹی یا پوتی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ هو یرثها ان لم یکن لها ولد میں صراحت ہے کہ ولد یعنی بیٹے کی موجودگی میں عینی بھائی اور عینی بھائی وارث نہیں ہوتے ہیں لیکن بیٹی کی موجودگی میں وہ بطور عصبہ وارث ہوں گے۔

بیٹی کا حق وراثت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیٹی کا حق وراثت بیان فرمایا ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (۱۶)

"اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے، پھر اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں (ہی) ہوں، تو ان کے لیے اس کا دوتہائی ہے جو اس نے چھوڑا اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مرد یا خاتون کے ہاں کوئی بیٹی ہو تو اس بیٹی کا وراثت میں نصف حصہ ہو گا۔ اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی خاتون فوت ہو جائے اور اس کا خاوند، بیٹی اور بھائی زندہ ہوں۔ اس صورت میں اس خاتون کے ترکے کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ شوہر کو، دو حصے بیٹی کو اور ایک حصہ بھائی کو بحثیت عصبہ دیا جائے گا۔

ان کے ساتھ کوئی لڑکا بھی ہو تو میراث میں پہلے وراثت کے شرکا کو حصہ دیا جائے گا اور جو باقی بچ جائے گا اس میں سے لڑکے کو دونوں لڑکیوں کے برابر حصہ دیا جائے گا۔ (۱۷)

اگر دو سے زیادہ بیٹیاں زندہ ہوں، بیٹا کوئی نہ ہو تو ان دونوں بیٹیوں کو میراث میں سے دو ثلث دیا جائے گا۔ یہی دو ثلث بیٹیوں کے مابین تقسیم ہو گا خواہ ان کی تعداد دو سے زیادہ بھی ہو جائے۔ (۱۸)

مرد کے انتقال کے وقت اولاد میں اس اعتبار سے تمیز نہیں کی جائے گی کہ وہ ایک بیوی سے ہیں یا دو بیویوں سے، ایسا بھی نہیں ہو گا کہ ایک زوجہ کی اولاد نصف مال کی حق دار قرار دی جائے اور دوسری زوجہ کی اولاد باقی نصف ترکے کی وارث قرار دی جائے، بلکہ جتنی اولاد اس قدر حصے۔ اصول بس یہ ہے کہ عورت کو مرد کا نصف دیا جائے گا۔ (۱۹)

دادی اور نانی کا حق میراث

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی نانی خلیفۃ المسلمین سے میراث میں سے اپنا حق مانگنے آئی۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تمہارے حصے کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی حکم سنا ہے۔ تم واپس چلی جاؤ، میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھ کر پتہ چلاتا ہوں۔ اس وقت حضرت مغیرہ بن شعبہ بھی موجود تھے۔ انھوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ میرے سامنے نبی اکرم ﷺ نے نانی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے کہا کہ اس

واقعے کا کوئی گواہ پیش کرو۔ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت مغیرہ بن شعبہ کی گواہی پر گواہی دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نانی کو چھٹا حصہ دلایا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک دادی میراث میں سے اپنا حق مانگنے آئی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں تمہارا حصہ مذکور نہیں ہے۔ مجھ سے پہلے نانی کے حق میں چھٹے حصے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں وہی حق تمہیں دے سکتا ہوں اس لیے تم بھی سدس پر رضامند ہو جاؤ۔[۲۰]

سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دادی کو اس کے بیٹے کے ساتھ وارث بنایا۔[۲۱]

ابراہیم بن میسرہ نے کہا: مجھے حسن (بصری) رحمہ اللہ نے خبر دی کہ جدہ (دادی) اپنے بیٹے کی موجودگی میں وارث ہوگی۔[۲۲]

پوتی کا حقِ میراث

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کے حق وراثت سے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ بیٹی اور بہن دونوں کو نصف نصف ملے گا۔ سائل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو اللہ کے رسول ﷺ نے کیا تھا۔ بیٹی کو نصف ملے گا اور پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اس طرح دو تہائی حصے مکمل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد جو بچے گا وہ بہن کو دیا جائے گا۔ سائل واپس حضرت ابو موسیٰ کے پاس آیا اور ان کو حضرت ابن مسعود کا موقف بتایا تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا "اس قدر علم کا حامل شخص تمہارے درمیان موجود ہو تو مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔"[۲۳]

ماں کا حقِ وراثت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے والدہ کے حق وراثت کے حوالے سے فرمایا ہے کہ:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ

اور اس کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے، جو اس نے چھوڑا، اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔[۲۴]

عامر الشعبی سے مروی ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیوی اور ماں باپ کے حق وراثت کے بارے میں کہا: بیوی کے لئے کل مال کے چار میں سے چوتھا حصہ اور جو بچے اس کا ایک تہائی ماں کے لئے، اس سے جو بچا وہ باپ کا حصہ

ہے۔(۲۵)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جس طرف بھی جاتے اور ہم ان کی اتباع کرتے تو اس مسئلے کو آسان پاتے تھے، انہوں نے بیوی اور ماں باپ کے ترکے میں فیصلہ کیا کہ چار سے مسئلہ ہو گا، چوتھائی بیوی کو، ماں کو ثلث (تہائی) جو بچا اس سے، اور باقی جو بچا دو حصے یہ باپ کے ہوں گے۔(۲٦)

عطاء رحمہ اللہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے خاوند کے ساتھ ماں باپ کے مسئلہ میں کہا: خاوند کو نصف اور ماں کے لئے کل مال کا ثلث اور جو بچے وہ باپ کا ہے۔(۲۷)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (اس مسئلہ میں) کہا: ماں کے لئے کل مال کا ایک تہائی ہے چاہے بیوی کے ساتھ ماں باپ ہوں یا شوہر کے ساتھ ماں باپ ہوں۔(۲۸)

خواتین کے وراثتی حقوق پر اہلِ علم کے درمیان باقاعدہ فقہی مکاتب قائم ہو گئے جن کی بدولت علمی مباحث وجود میں آئے۔ ہمیں ایسے آثار بھی ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ علم کے مابین عورتوں کے وراثتی حقوق کے بارے میں اگر کوئی اختلاف تھا تو وہ حصوں کی تعیین کے حوالے سے تھا، ان کے مابین اس بات پر کوئی اختلاف نہیں تھا کہ خواتین کو وراثت میں سے حقوق دینے چاہییں یا نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا: بیوی اور ماں باپ کے مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اہلِ قبلہ کی مخالفت کی ہے کیوں کہ انہوں نے ماں کے لئے کل مال کا ایک تہائی حصہ قرار دیا۔(۲۹)

اس حوالے سے ایک واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کا ملتا ہے۔ ایک عورت فوت ہو گئی۔ اس کا خاوند، اس کی ماں اور اس کا والد ابھی زندہ تھا۔ قاعدے کی رو سے اس کا حل یہ تھا کہ خاوند ۲/۱، والدہ ۳/۱ اور باقی کا مال والد کو بطور عصبہ دیا جاتا۔ اس تقسیم سے والدہ کو والد سے دوگنا ملا ہے۔ والد نے حضرت عمر کی خدمت میں عرض کی کہ ماں جو میری بیوی ہے اسے مجھ سے دوگنا کیسے ملا؟ حالانکہ کسی بھی حالت میں بیوی کو خاوند سے دوگنا نہیں ملتا ہے۔ اس کے برعکس شوہر ہمیشہ اس سے دوگنا لیتا ہے۔ اگر ہم دونوں میاں بیوی ہی میت کے وارث ہوتے تو قرآن کی رو سے ماں کو ایک تہائی اور مجھے دو تہائی ملتا۔ اس لیے مذکورہ تقسیم صحیح نہیں ہوئی ہے۔ مجھے میرا حق ملنا چاہیے۔ حضرت عمر کے کہنے پر حضرت زید بن ثابت نے اس مسئلہ کا حل یہ نکالا کہ پہلے خاوند کو اس کا ۲/۱، باقی جائیداد میں سے ماں کو ایک تہائی اور اس میں سے باقی بچ جانے والا سارا حصہ والد کو دے دیا۔ اس تقسیم پر والد راضی ہو گیا۔

بہنوں کو وراثت میں حصہ نہ دینا یا معاف کرانا

قرآن مجید نے لڑکیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصے کو اصل قرار دے کر اس

کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بتایا اور بجائے لانثیین مثل حظ الذکر (دو لڑکیوں کو ایک لڑکے کے حصہ کے بقدر) فرمانے کے للذکر مثل حظ الانثیین [۳۰] (لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کے بقدر) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔

بہنوں کو میراث سے محروم کرنا حرام ہے۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنا اور ان کو جو میراث سے حصہ ملتا ہے وہ لڑکوں کا آپس میں تقسیم کرلینا (جیسا کہ اکثر ہوتا ہے) یہ سخت حرام ہے، بہنوں پر ظلم ہے اور قانون خداوندی سے بغاوت ہے اگر کسی فرد یا جماعت یا پنچائت یا ملک کے احکام اپنے مروجہ قانون کے مطابق لڑکوں ہی میں مرنے والوں کی میراث تقسیم کردیں اور لڑکیوں کو محروم کردیں تو اس طرح سے لڑکوں کیلئے شرعا بہنوں کا حصہ لینا حلال نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کے حصے کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے یعنی لڑکوں کا حصہ علیحدہ سے بتایا ہی نہیں بلکہ لڑکیوں کا حصہ بتاتے ہوئے لڑکوں کا حصہ بتایا ہے۔ قرآن میں تو آدھی سطر سے بھی کم میں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کا حصہ بیان فرمادیا ہے، اب اسی آیت سے لڑکوں کے لیے حصہ ثابت کرنا اور لڑکیوں کو محروم کرنا تو ایسا ہوا جیسے کوئی زبان قال سے کہے کہ میں قرآن کے لفظِ للذکر کو تو تسلیم کرتا ہوں لیکن مثل حظ الانثیین ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ (نعوذ باللہ)

بعض لوگ بہنوں کا حصہ یہ کہہ کر دبا لیتے ہیں کہ وہ لیتی ہی نہیں یا انہوں نے معاف کردیا ہے۔ اگر واقعی سچے دل سے معاف کردیں تو وہ معاف ہوجاتا ہے لیکن اگر انہوں نے بھائیوں کی خواہش پر اوپری دل سے معاف کردیا تو اس سے معاف نہیں ہوگا۔ اگر بہنوں کو بتادیں کہ تمہارا اتنا اتنا حصہ ہے، اتنے اتنے ہزار روپے تمہارے حصے میں آرہے ہیں اور باغ میں تمہارا اتنا حصہ ہے اور مکان، جائیدادمیں اور زرعی زمین میں اتنا اتنا حصہ ہے، وہ سمجھ لیں کہ ہم اپنے اپنے حصے میں صاحب اختیار ہیں۔ معاف نہ کریں تو ہمارے بھائی ضرور ہمارا حصہ ہم کو دے دیں گے اس کے باوجود معاف کردیں تو یہ معافی معتبر ہوگی اگر انہوں نے یہ سمجھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی معاف کردیا کہ ملنا تو ہے ہی نہیں۔ بھائیوں کا دل بھی کیوں برا کیا جائے، اگر شوہر سے مخالفت ہوگئی یا اس کی موت ہوگئی تو ان بھائیوں ہی کے پاس آنا پڑے گا۔ اس وقت بھائی برا مانیں گے اور طعنہ دیں گی اس لیے مجبوراً زبانی طور پر معاف ہی کردیں۔ ایسی معافی کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ معافی طیب نفس سے اور برضا ورغبت نہیں ہے۔ [۳۱]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو لوگ بہنوں کو حصہ نہیں دیتے، اور وہ یہ سمجھ کر بادل ناخواستہ شرما شرمی معاف کر دیتی ہیں کہ ملنے والا تو ہے ہی نہیں تو یوں بھائیوں سے برائی لیں، ایسی معافی شرعاً قابل قبول نہیں، ان کا حق بھائیوں کے ذمے واجب رہتا ہے، یہ میراث دبانے والے سخت گنہگار ہیں، ان میں بعض بچیاں نابالغ بھی ہوتی ہیں، ان کو حصہ نہ دینا دوہرا گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات گناہوں سے بچو جو ہلاکت کا باعث ہیں پوچھا گیا کیا کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: " اللہ کے ساتھ شرک، جادو، بے وجہ قتل، سود خوری، یتیم کا مال کھا جانا، جہاد سے پیٹھ موڑنا، بھولی بھالی ناواقف

عورتوں پر تہمت لگانا۔"[۳۲]

ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معراج کی رات کا واقعہ پوچھا جس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ نیچے لٹک رہے ہیں اور فرشتے انہیں گھسیٹ کر ان کا منہ خوب کھول دیتے ہیں پھر جہنم کے گرم پتھر ان میں ٹھونس دیتے ہیں جو ان کے پیٹ میں اتر کر پیچھے کے راستے سے نکل جاتے ہیں اور وہ بے طرح چیخ چلا رہے ہیں ہائے ہائے مچا رہے ہیں۔ میں نے حضرت جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ یتیموں کا مال کھا جانے والے ہیں جو اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے۔[۳۳]

سورہ نساء کے اول رکوع میں شروع سے آخر تک یہی احکام ہیں، یتامی کے اموال کی نگہداشت رکھنے، ان کے مال کو اپنا مال نہ بنالینے اور ان کے وراثت میں ملے ہوئے اموال سے ان کو حصہ دینے کا حکم فرمایا اور بڑا ہو جانے کے ڈر سے ان کا مال اڑا دینے میں جلدی کرنا، یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے مہر کم کر دینا، یا ان کے مال پر قبضہ کر لینا وغیرہ ان سب امور کی ممانعت فرمائی۔ آخر میں فرمایا کہ ناحق یتیم کا مال کھانا پیٹ میں آگ کے انگارے بھرنا ہے،[۳۴] کیونکہ اس کی پاداش میں موت کے بعد اس طرح کے لوگوں کے پیٹوں میں آگ بھری جائے گی، لفظ یاکلون استعمال فرمایا ہے اور یتیم کا مال کھانے پر وعید سنائی گئی ہے، لیکن یتیم کے مال کا ہر استعمال کھانے پینے میں ہو یا برتنے میں، سب حرام اور باعث عتاب وعذاب ہے، کیونکہ محاورے میں کسی کا مال ناحق کھالینا ہر استعمال کو شامل ہوتا ہے۔ رشتے داروں کی وراثت کا مال کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ جو لوگ یتیم کی وراثت کھا رہے ہیں اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ آگ کے انگارئے کھا رہے ہیں۔ خاص طور پر بیٹیوں کو اُن کی وراثت کا حصہ نہیں دیا جاتا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ وراثت کا مال نہ دینے کا گناہ اُتنا ہی ہے جتنا چوری یا ڈاکہ مار کر مال کھانا ہے۔ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے۔ کسی مسلمان کا مال اُس کی مکمل دلی خوشی کے بغیر کھانا حرام ہے۔[۳۵] بہنوں سے وراثت معاف کروالینا بہت بڑا ظلم ہے۔ مال تھوڑا ہے یا زیادہ وراثت لازمی جاری ہوتی ہے۔ جس طرح رشتے داروں پر رحم کھانے کا ثواب بھی زیادہ ہے اِسی طرح رشتے داروں کا مال کھانے کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے۔

خواتین کے حق وراثت کے استحصال کے اسباب

مقالہ نگار نے سماجی سطح پر خواتین کے وراثتی حقوق کے استحصال کے اسباب کو تلاش کرنے کے لیے ایک سروے کیا ہے جس میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ پاکستانی معاشرے میں خواتین اپنے وراثتی حق سے خود دست بردار کیوں ہو جاتی ہیں یا ان کو ان کے حقِ وراثت سے محروم کیوں رکھا جاتا ہے۔ اس سروے کی روشنی میں معلوم ہوا ہے کہ:

۱۔ زیادہ تر خواتین حق وراثت سے اس لیے محروم رہ جاتی ہیں کہ انہیں اپنے حقوق سے متعلق آگاہی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ پڑھے لکھے طبقات میں یہ خلا موجود نہیں ہے کیوں کہ وہاں خواتین کو تعلیم دینے کے سبب اپنے

حقوق و فرائض سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح جن خاندانوں میں خواتین کے لیے دینی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا ہے وہاں بھی خواتین اپنے وراثتی حقوق سے آگاہ ہوتی ہیں۔ جب کہ تعلیم کا فقدان عورتوں کے لیے ان کے حقوق کے حوالے سے ایک رکاوٹ ثابت ہوا ہے۔

۲. جن خاندانوں میں جائیداد کے کاغذات اور قانونی دستاویزات خواتین کی پہنچ اور دسترس سے باہر ہوتے ہیں وہاں بھی عورتیں اپنے وراثتی حقوق سے محروم رہ جاتی ہیں۔ بعض جگہوں پر خواتین کے شناختی کارڈ تک ان کے گھروں کے مردوں کے قبضے میں ہوتے ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے خواتین کے لیے ان کے قانونی کاغذات کی دستیابی ممکن بنانے کے لیے اقدامات کیے ہیں لیکن خواتین میں اس بارے میں شعوری بیداری نہیں ہے۔ پیدائش سرٹیفکیٹ، شناختی کارڈ، ملکیت کے ثبوت پر مبنی دستاویزات وغیرہ وراثتی حق کے حصول کے لیے کلیدی اہمیت کے حامل ہیں۔

۳. مردوں کا خاندان میں حاکمانہ کردار خواتین کے لیے کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی کے لیے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ خواتین اپنی بقا کے خوف میں مبتلا پائی گئی ہیں اور ان کی بقا کا مکمل دارومدار اپنے بھائیوں پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس مجبوری کے باعث بھی اپنے حق وراثت سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔

۴. بعض مقامات پر بہنوں کا اپنے بھائیوں کے ساتھ جذباتی لگاؤ ہوتا ہے۔ لڑکیوں کو بچپن ہی سے سکھایا جاتا ہے کہ بھائی ان سے برتر ہے اور وہ ان کے تحفظ کے ضامن ہیں۔ ان کی ذہن سازی اسی نہج پر کی جاتی ہے کہ بھائی ہی جائداد کے اصل وارث ہیں۔ چنانچہ اپنے خاندانی وقار اور رشتوں کی حرمت کا پاس رکھنے کے لیے عموما خواتین اپنے وراثتی حق سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔

۵. پاکستانی معاشرے میں جہیز کا تصور اور اس کی مشق بھی حقوقِ وراثت کی حصولی کے اعتبار سے خواتین کے لیے ایک بند دروازہ ہے۔ بیٹیوں کی ذہن سازی کرتے ہوئے انہیں یہ باور کروایا جاتا ہے کہ والدین اور بھائی ان کے لیے جہیز کا انتظام و انصرام انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں کرتے ہیں اور اس کی تیاری میں ان کی خطیر رقم صرف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ جہیز ان کے حقِ وراثت کا نعم البدل ہے اس لیے انہیں جہیز لینے کے بعد وراثت میں سے اپنا حصہ مانگنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جس کے باعث عورتیں اپنے حقِ وراثت سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔

حقِ وراثت کے حصول کے لیے عدالتوں سے رجوع کرنے کے اسباب

مذکورہ اسباب کے تحت خواتین اپنے وراثتی حق سے دست بردار ہو تو جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود بعض

خواتین کی جانب سے عدالتی سطح پر حقِ وراثت کے حوالے سے دادرسی کی درخواست دی جاتی ہے۔ وراثت میں حق طلبی کے حوالے سے عدالت کی طرف رجوع کرنے والی خواتین مندرجہ ذیل مسائل سے دوچار ہوتی ہیں:

۱۔ زیادہ تر خواتین جائیداد میں اس وقت حصہ مانگتی ہیں جب وہ معاشی طور پر کسمپرسی کا شکار ہوتی ہیں۔ میانوالی کی ایک خاتون نے بتایا کہ اس کے پاس بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے وسائل کا سخت فقدان ہے۔ اس نے کہا کہ "اس سے برا بھلا کیا ہو سکتا ہے کہ میرے بچے روٹی کے نوالے کو دیکھنے کے لیے ترس جائیں اور اس کی اپنی ملکیت پر اس کا بھائی قابض ہو"۔ چنانچہ اس نے عدالت کے ذریعے اپنے بھائی کے قبضے سے اپنا حقِ وراثت چھڑوالیا۔

۲۔ بعض خواتین پر سسرال کی جانب سے دباؤ ہوتا ہے کہ وہ اپنے میکے سے اپنا وراثت کا حق طلب کریں۔ سروے کے دوران جن خواتین کے انٹرویو کیے گئے ان میں سے ایک خاتون نے بتایا کہ اس کے بھائی کا انتقال ہو جانے کے بعد اس کا کوئی وارث نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے خاوند نے دباؤ ڈال کر اس کو مجبور کیا کہ وہ جائیداد میں سے اپنا حصہ طلب کرے۔ خاتون نے اس پر حیل و حجت کرنے کی کوشش کی تو اس کو جذباتی ہراسگی کا نشانہ بناتے ہوئے کہا گیا کہ تمہیں اپنے بھتیجے اور بھتیجیوں کے ساتھ اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر لگاؤ ہے۔ اسی ضمن میں ایک دوسری خاتون نے بتایا کہ جب اس کے والد کا انتقال ہوا تو اس کی ساس نے اس پر دباؤ ڈالتے ہوئے اس کو وراثت کا حق لے کر آنے پر مجبور کیا۔ ساس کی بات مان کر اس نے حقِ وراثت طلب کیا تو اس کے بدلے میں اس کو بھائی اور بھاوج کی سخت مخالفت مول لینی پڑی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین جائیداد میں سے اپنا حصہ اس وقت طلب کرتی ہیں جب وہ انتہائی سنگین صورت حال سے دوچار ہوتی ہیں۔

خواتین کے میراث سے متعلق عدالت کے چند اہم فیصلے (مقدمے)

سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس جواد ایس خواجہ نے ۲۰۱۶ء میں وراثت کے ایک کیس کا فیصلہ سناتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے ہاں بیٹی اور بہن کو وراثت میں حصہ نہ دینے کا رجحان عام ہے جو شریعت کے منافی ہے اور اس کی حوصلہ شکنی کی ضرورت ہے۔ سہیل نامی خاتون کے بچوں کی وراثت کے بارے میں ماتحت عدالت کے ایک فیصلے کے خلاف جسٹس جواد ایس خواجہ، جسٹس سرمد جلال عثمانی اور جسٹس اقبال حمید الرحمن پر مشتمل بینچ نے رٹ کی سماعت کی اور ماتحت عدالت کا فیصلہ برقرار رکھتے ہوئے اس کے خلاف اپیل مسترد کر دی۔ اس موقع پر بینچ کے سربراہ جسٹس جواد ایس خواجہ نے ریمارکس دیتے ہوئے کہا کہ یہ معاشرے کی روایت بن چکی ہے کہ بہنوں اور بیٹیوں کو وراثت میں ایک ٹکہ بھی نہیں دیا جاتا۔ انہیں ڈرا دھمکا کر وراثت نہ لینے پر قائل کیا جاتا ہے۔ زمینوں سے پیار کرنے والے اپنی وراثت بچانے کے لیے سگی بہنوں اور بیٹیوں کے وجود تک سے انکار کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی معاشرہ نے خواتین کو

وراثت میں جو حقوق دیے ہیں اس سے کوئی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا، وقت آگیا ہے کہ بیٹیوں اور بہنوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

در حقیقت اِس آرٹیکل کو لکھے جانے کا محرک وہ امتناع حقوق خواتین ایکٹ ۲۰۱۱ ءہے. جس میں خواتین کے وراثت کے حق کے لیے تعزیزات پاکستان میں ۴۹۸ A دفعہ شامل کی گی۔ جس کا مقصد خواتین کے وراثتی حقوق کا تحفظ ہے۔وہ دفعہ یہ ہے:

> Section 498A-PPC..Under section 498 A, depriving women from inheriting property by deceitful or illegal means shall be punished with imprisonment which may extend to ten years but not be less than five years or with a fine of one million rupees or both.

جو کہ در حقیقت خواتین کے وراثتی حقوق کے حصول کی جانب ایک بہت بڑا اقدم ہے۔اِس ایکٹ کے تحت تعزیزات پاکستان میں ۴۹۸ A-کا اضافہ کیا گیا۔ جس میں خاتون کو حق وراثت سے محروم کیے جانے دس سال قید اور دس لاکھ روپے جرمانے کی سزار کھی گئی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں اِس طرح کے قوانین کی اہمیت اِس لیے نہیں ہوتی کہ اِن کا اطلاق ہونا بہت مشکل ہے۔ جس طرح کا سماجی ڈھانچہ پاکستان کا ہے ا،س طرح کے سماجی ڈھانچے میں بہت مشکل ہے کہ ایک خاتون اپنے حق وراثت کے لیے اپنے بھائیوں کے خلاف عدالت میں جائے۔ لیکن اِس قانون کے بننے اور اِس کے نفاذ سے وقت کے ساتھ ساتھ ضرور تبدیلی آئے گی۔ جب خواتین یا اُن کے ورثاء اپنی والدہ، دادی، نانی کے حق وراثت کے لیے قانونی جنگ لڑیں گے۔ اِس حوالے سے اگر خصوصی عدالتیں قائم ہو جائیں جہاں پر صرف خواتین کے حق وراثت کے معاملات نبٹائے جائیں تو یقینی طور پر اس سے معاشرئے میں اچھا رحجان پیدا ہو گا۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ خواتین کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیا جاتا اور یہ بھی ہمارے ہاں رسم ہے کہ خواتین کی شادی اپنے سے کم مالی حیثیت والے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اِس طرح ایک تو عورت کو ویسے ہی کم خوشحال گھرانے میں بھیج دیا جاتا ہے اور دوسرا پھر اُس کو حق وراثت بھی نہیں دیا جاتا تیسرا اُس عورت کے بچے بھی پھر معاشی طور پر کمزور ہوتے ہیں جس سے اُن کی اپنے ننھیال کے ساتھ رشتے داری نہیں ہو پاتی یا پھر سٹیٹس کا بہت نمایاں فرق ہوتا ہے جس سے معاشرتی اونچ نیچ کی خلیج بڑھتی چلی جاتی ہے۔اِس ایکٹ کی وجہ سے خواتین کو اُن کے حق وراثت ملنے کے امکانات سو فی صد ہیں۔

اب اِس قانون کے نفاذ کی راہ میں حائل ایک قانونی نکتے پر خصوصی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ کیا اِس قانون کا اطلاق اُن پر ہو گا جنہوں نے ابھی تک اپنی بہنوں یا بیٹیوں کو حق وراثت نہیں دیا یا اِس قانون کا اطلاق آنے والے وقت سے ہو گا؟

لاہور ہائی کورٹ کے ایک کیس مسماۃ حمیدہ بی بی بنام محمد شریف جس کا فیصلہ لاہور ہائی کورٹ کے جج علی اکبر قریشی نے لکھا ہے: ۳۲٦۴/۲۰۱۰ء میں ہے کہ بھائی نے اپنی بہن کو گفٹ میوٹیشن کے ذریعے سے وراثت سے محروم کر دیا۔ کیس کے مطابق پٹیشنرز کا والد ابراہیم ۲۲-۴-۲۰۰۱ء کو وفات پا گیا اور اُس کے ورثا میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ اپنی زندگی میں ابراہیم اپنی زمین کاشت کرتا تھا وہی زمین اُس نے اپنے ترکے میں چھوڑی۔ ابراہیم کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا محمد شریف وہ زمین کاشت کرنے لگا۔ پہلے پہل محمد شریف اپنی بہنوں کو کہتا رہا کہ وہ اُن کا حصہ جو وراثت میں بنتا ہے وہ دے دے گا۔ بعد ازاں اُس نے کہا کہ وہ تو والد صاحب نے اپنی زندگی میں مجھے گفٹ کر دیا تھی۔ جب پٹشنرز نے پٹواری سے رابطہ کیا تو پٹواری نے بتایا کہ محمد شریف نے ریونیو کے محکمہ سے ملی بھگت کر کے جعلی دستاویزات تیار کروائی تھیں۔ پٹیشنرز نے جب ٹرائل کورٹ میں دعویٰ دائر کیا تو اُس کے جواب میں محمد شریف نے بتایا کہ زمین ابراہیم نے اپنے پوتوں کے نام گفٹ کر دی تھی اور بعد میں وہ زمین محمد شریف نے اپنے نام لگوالی تھی۔ ٹرائل کورٹ نے مسماۃ حمیدہ بی بی وغیرہ کے حق میں ڈگری جاری کر دی۔ بعد ازاں محمد شریف نے اِس ڈگری کے خلاف اپیل دائر کر دی تو ڈسٹرکٹ کورٹ نے اِس ڈگری کو کینسل کر دیا۔ اِس مقدمے کی کہانی برصغیر پاک وہند کے معاشرئے کے اُس رویے کو ظاہر کرتی ہے جس میں بھائی بہنوں کو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں اور اِس مقصد کے لیے مختلف حیلے بہانے تراشتے ہیں۔ اِس مقدمے میں حقیقی بھائی نے اپنی بہنوں کی وراثتی زمین گفٹ کے ذریعے سے ہتھیالی۔ اِس کیس کے کچھ اہم نکات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ یہ جو گفٹ میوٹیشن بنائی گئی اُس میں ریسپونڈنٹ محمد شریف کے بیٹوں کے نام زمین لگائی گئی لیکن اُسی دن رپٹ روزنامچے میں گفٹ ریسپونڈنٹ محمد شریف کے نام ظاہر کی گئی ہے۔ یعنی مبینہ گفٹ میوٹشن کرتے وقت ریکارڈ میں کٹنگ کی گئی ہے۔ اور یہ کٹنگ کافی سیریس قسم کی ہے۔ جو گواہان پیش ہوئے اُنھوں نے بھی اِس کٹنگ کو تسلیم کیا ہے۔ اِس سے واضح ہے کہ یہ گفٹ Null Void ہے۔ ریسپونڈنٹ خود بھی بطور گواہ پیش ہوا لیکن اُس نے ایک لفظ بھی گفٹ کے وقت مقام اور تاریخ کے متعلق نہ بتایا۔ پٹیشنرز نے جب دعویٰ کیا تو اُس میں اُنھوں نے لکھا کہ گفٹ فراڈ پر مبنی ہے اُن کے والد نے گفٹ نہ کیا تھا ابراہیم نے انگوٹھے کا نشان بھی نہیں لگایا تھا اور نہ ہی ابراہیم نے شناختی کارڈ نمبر لکھا تھا۔ اِس امر پر ریسپونڈنٹ کے وکیل کی جانب سے کوئی جرح نہ کی گئی۔ اِس طرح پٹیشنرز کا اِس اہم نکتے پر Rebutell نہیں ہوا۔ ریسپونڈنٹ نے یہ کہا کہ گفٹ ابراہیم نے شفیع اور محمد اسحاق کے سامنے کی تھی۔ لیکن شفیع اور محمد اسحاق کو بطور گواہ پیش نہ کیا۔ اِس موقع پر فاضل عدالت نے ایک کیس غلام علی وغیرہ PLD 1990 SC-1 کا حوالہ دیا کہ عورت ہمارے معاشرے کا کمزور فرد ہے۔ عورت کو رسومات کی بھینٹ چڑھا کر یا جذباتی کر کے اُسے اُس کے حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اِس کیس میں محمد شریف نے وہ تین نکات جو کہ گفٹ کے لیے ضروری ہیں۔ Offer, Acceptance, Delivery of Possession ثابت نہیں کر سکا۔ یہ گفٹ ڈیڈ فراڈ پر مبنی ہے فیصلہ پٹیشنرز کے حق میں کیا جاتا ہے۔

اب ہم پشاور ہائی کورٹ کے بہت اہم فیصلے جس میں رواج کی بناء پر خواتین کو اُن کا وراثتی حصہ نہیں دیا جاتا اُس کی تفصیلات میں جاتے ہیں۔۲۰۱۶ء – YLR-23–کے مطابق ریاض احمد غیرہ بنام فقیر احمد کیس میں یہ اہم فیصلہ جسٹس وقار احمد نے لکھا ہے۔ عام طور پر رواج ہے کہ عورتوں کو وراثت میں سے اُن کا حصہ نہیں دیا جاتا مدعاعلیہ کا استدلال ہے کہ وراثتی زمین کا رواج کے مطابق انتقال ہوا ہے۔ جس رواج کی بات مدعاعلیہ نے کی ہے اُس کا کہیں ریکارڈ نہیں ہے۔ نہ ہی اُس علاقے میں غیر مسلم رہتے ہیں۔ اور وہاں پر یہ غیر اسلامی رواج بھی نافذ نہ تھا۔ قرانی احکامات کے ہوتے ہوئے غیر اسلامی احکامات پر عمل درآمد نہیں کروایا جاسکتا۔اِس کیس میں ریاض احمد اور دیگر پانچ لوگ پٹیشنرز ہیں۔ ٹرائل کورٹ میں ڈگری پٹیشنرز کے حق میں ہوئی بعد ازاں اپیل میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج نے ڈگری کے خلاف فیصلہ دے دیا۔

اس کیس میں مسماۃ ذکیہ کے بیٹے اور بیٹیوں نے وراثت مانگی ہے ذکیہ کی ماں سیدہ۔نواب خان کی بیٹی تھی۔ سیدہ کا ایک بھائی فقیر احمد تھا۔ جائیداد کا مالک ان دونوں پارٹیوں کا مورث اعلیٰ نواب خان تھا۔ نواب خان ۱۹۳۲ءمیں وفات پا گیا تھا۔ سیدہ کی شادی خواجہ محمد سے ہوئی جو کہ شادی کے ایک سال بعد فوت ہو گیا۔ سیدہ اپنے بھائی فقیر احمد کے گھر آگئی اور وہیں اُس کی بیٹی ذکیہ پیدا ہوئی۔ ذکیہ موجودہ پٹیشنرز کی ماں ہے۔ ذکیہ ۲۰۰۶ءمیں وفات پا گی۔ موجودہ کیس پٹیشنرز نے ۱۳-۳-۲۰۰۷ءمیں دائر کیا۔ فقیر احمد جب سات آٹھ سال کا تھا تو اُس کے حق میں زمین کا انتقال ہو گیا تھا۔ سیدہ جو کہ بیوہ ہو چکی تھی وہ بھی اپنے بھائی فقیر احمد کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ فقیر احمد نے بعد ازاں اپنی بہن سیدہ کو اُس کا حصہ وراثت دینے کی بجائے اُسے کل وراثت جو چھ سو کنال تھی میں سے بیس کینال گفٹ کر دی۔ ذکیہ نے عدالت میں یہ بیان دیا تھا کہ وہ اپنی امی کے ساتھ اپنے ماموں فقیر احمد کے گھر رہتی تھیں لیکن وہ اپنا خرچہ خود کرتی تھیں۔ سیدہ اس حیثیت کی حامل نہ تھیں کہ وہ اپنا حصہ اپنے بھائی سے وصول کر سکتی۔ ریکارڈ میں کہیں نہیں ہے کہ سیدہ بیس کنال گفٹ لے کر اپنے وراثتی حصے سے دستبردار ہو گئی تھی۔ ریکارڈ میں یہ بھی نہیں ہے کہ سیدہ اور ذکیہ پردہ نشین خواتین نہ تھیں۔ اِن رواجوں کی وجہ سے بیٹیوں سے وراثتی حق اُن کے بھائی چھین لیتے ہیں۔ جو کہ بہت بڑا ظلم ہے۔ عدالت نے ذکیہ کے بیٹوں اور بیٹیوں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہاں۴۹۸ A-کا اب ذکر کرتے ہیں جس کے تحت خواتین کو حق وراثت سے محروم کرنے کی سزا دس لاکھ روپے جرمانہ اور سات سال قید ہے اور یہ ناقابل ضمانت اور ناقابل راضی نامہ ہے۔ اب ہماری بحث یہ ہے کہ کیا اِس قانون کا اطلاق اُن کیسوں پر ہو گا جنھیں وراثت میں سے حصہ نہیں ملا۔ کیا اِس کا اطلاق ۲۰۱۲ءکے بعد وراثتی جائیداد سے محروم کی جانے والی خواتین پر ہو گا یا جس خاتون کو بھی وراثت میں سے حصہ نہیں ملا وہ اِس قانون سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔

اس کے لیے Retrospective Effect پر بحث کی جاتی ہے۔ عام طور پر قوانین کا Retrospective

Effectہوتا ہے تاہم کچھ قوانین جو کہ مستثنیات ہیں جو کہ پروسیجر پر اثر انداز ہوتے ہیں اُن کا Retrospective اطلاق بھی ہوتا ہے۔ پی ایل ڈی ۱۹۶۱ء ڈھاکہ کے مطابق قانون میں ایسی کسی بھی اینکٹمنٹ کوProspective تصور کیا جائے گا جب تک کہ خاص طور پر نہ کہا گیا ہو کہ اِس قانون کا اطلاق Retrospective بھی ہو گا۔

اگر الفاظ واضح نہ ہوں اور مطلب بھی ظاہر نہ ہو اور اِسکے اطلاق کرنے کے حوالے سے بھی وضاحت نہ ہو تو اِس کا Retrospective اطلاق نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی ایسا قانون نافذ ہو جس کے نفاذ کے متعلق واضح طور پر بتایا گیا ہو تو عدالت پر اِسکا Retrospective Effect کا کیا جانا لازم ہو گا۔۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قانون سازی ہو تو Retrospective کے نفاذ میں عدالت ہچکچاہٹ نہ کرے گی۔

پی ایل ڈی ۲۰۰۵ء لاہور ۱۵۰ کے مطابق قانون سازوں کی جانب سے ایسے اقدامات جو کہ Pending معاملات کی جانب ہوں لیکن اِس کا Retrospective Effect یہ نہیں ہو گا کہ یہ قانون اِس طرح لاگو ہو کہ اِس سے کوئی حق متاثر ہو یا اُس سے کسی کا حق چھین لے جائے۔

2011SCMR 1254 کے مطابق پروسیجرل قوانین کا retrospective Effect ہوتا ہے جب تک کہ اُن کو Impliedly یا Expressly ثابت نہ کیا جائے۔

2002 YLR731 کے مطابق انصاف حاصل کیے جانے کے لیے فورم کا تبدیل کیے جانے کا retrospective Effect ہے۔ اِس سے پروسیجرل تبدیلی بھی آتی ہے۔ لیکن اِس کے لیے واضح طور پر بیان کیا گیا ہو کہ اِس کا Prospective Effect ہو گا نہ کہ retrospective Effect ہو گا۔

PLD 1988 SC 232 کے مطابق جب retrospective Effect سے کسی کا موجودہ حق متاثر ہو رہا ہو یا retrospective Effect کی وجہ سے ناانصافی ہو رہی ہو۔ تب عدالت ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائے گی جس سے کیس کا طریقہ بدلے۔

2001 PTD 570 کے مطابق retrospective Effect وہاں اپلائی نہ ہو گا جہاں کسی فریق کا موجودہ حق جو اُسے حاصل ہے وہ ختم ہو جائے۔

1998CLC 743 کے مطابق retrospective کی وجہ سے اگر کسی کا حق ڈسٹرب ہو جائے یا۔ یعنی اِس کی وجہ سے Vested Right کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ تو پھر retrospective کا اطلاق نہ ہو گا۔

23 2013 YLR کے مطابق اگر کسی علاقے کے رواج کے تحت کسی بھی عورت کو اُن کے حقِ وراثت سے محروم کر دیا گیا ہو تو ایسا خلاف اسلام ہے۔ خاتون اپنے والد کے فوت ہوتے ہی اُن کے ترکے میں سے اُس کی وارث بن جائیگی۔ اُسے کسی طور بھی محروم نہیں کیا جاسکتا۔

اب اس حوالے سے Retrospective Effect کا ذکر کیا جاتا ہے، اگر کسی طور بھی اُس کے حق کے حصول کے لیے کوئی بہتر قانون نافذ ہوتا ہے تو اُس کا نفاذ بھی اُس عورت کے حق وراثت کے حصول کے لیے نافذ العمل ہو گا کیونکہ رسم ورواج کے وجہ سے عورت کو اُس کے حق وراثت سے محروم کیے جانے کے خلاف قانون ساز ادارے جو بھی قانون بنائیں گے اُس کا اطلاق اُس کے حق کے حصول کے لیے بھی ہو گا۔ کیونکہ جس طرح ۴۸۹ A-تعزیزات پاکستان کے تحت جو کوئی بھی کسی خاتون کو حقِ وراثت سے محروم کرے گا تو اُس کو سات سال قید اور دس لاکھ روپے جرمانہ ہو گا۔ اور یہ جرم نا قابل ضمانت اور نا قابل صلح ہو گا۔ گویا اِس قانون کے نفاذ سے پاکستانی معاشرے میں خواتین کو حق وراثت سے محروم کیے جانے کی جو رسم ہے اُس کا خاتمہ ہو گا۔[۳۶]

خلاصہ بحث

- مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل خواتین کے لیے وراثتی حقوق کا کوئی تصور نہیں تھا۔
- شریعت اسلامیہ نے بیوی، بیٹی، بہن، ماں، دادی اور نانی کے حقوق کا خصوصی خیال رکھا ہے اور انہیں قرآن اور حدیث میں بیان کیا ہے۔
- پاکستانی معاشرے میں خواتین کو ان کے وراثتی حقوق عام طور پر نہیں دیے جاتے ہیں بلکہ مختلف اقسام کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے انہیں اس حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔
- کثیر تعداد میں خواتین اپنے وراثتی حق سے دستبردار ہو جاتی ہیں کیونکہ یا تو انھیں اپنے وراثتی حقوق کے بارے میں علم نہیں ہوتا یا انھیں مختلف سماجی رسوم میں باندھ کر مجبور کر دیا جاتا ہے۔
- کچھ خواتین بامر مجبوری اپنے وراثتی حقوق کے لیے عدالتوں کا رخ کرتی ہیں لیکن ایسے کیس لڑنے کے لیے انھیں متعدد معاشرتی اور قانونی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

خواتین کو ان کے وراثتی حقوق دلوانے کے لیے ان کے خاندانی سرپرستوں میں شعوری بیداری کی مہم چلانی چاہیے نیز ایسی خواتین اگر عدالتوں کا رخ کریں تو ان کے لیے حقِ وراثت کے حصول کے کیس مفت کھولنے چاہئیں اور ان کے کیسوں کا فیصلہ جلد از جلد کرنا چاہیے۔

حوالہ جات

۱۔ صدیق خان، محمد، بین الاقوامی کانفرنس جائنٹ فورم، اسلام آباد، ص ۱۸۲

۲۔ اصغر حسین دیوبندی، مفید الوارثین، دہلی، ۱۳۴۹ھ، ج۱، ص ۱۹

۳۔ النساء:۷،۸

۴۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، دارالسلام، لاہور، حدیث نمبر:۲۸۹

۵۔ سنن ابو داؤد، حدیث نمبر:۲۹۲۷

۶۔ الدارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبد الرحمان التمیمی، سنن دارمی، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، حدیث نمبر:۲۹۰۱

۷۔ ابو زہرہ، احکام البرکات والمواریث، مصر، ص ۱۴۱۔ ۱۴۲

۸۔ النساء:۱۲

۹۔ تنزیل الرحمان، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ۱۹۶۵ء، ج۱، ص ۳۷

۱۰۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۱۳

۱۱۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۲۷۲۱

۱۲۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۱۴

۱۳۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۲۴

۱۴۔ سنن ابو داؤد، حدیث نمبر:۲۸۸۷

۱۵۔ النساء:۱۷۶

۱۶۔ النساء:۱۱

۱۷۔ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، بَابُ مِيرَاثِ الْوَلَدِ مِنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ

۱۸۔ ابن حزم، المحلیٰ، ج۶، ص ۳۳۵

۱۹۔ نجم الدین جعفر الحلی، شرائع الاسلام، ج۲، ص ۱۸۳ تا ۱۸۵

۲۰۔ سنن ابو داؤد، حدیث نمبر:۲۱۰۰

۲۱۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۶۷

۲۲۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۶۹

۲۳۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۷۳۶

۲۴۔ النساء:۱۱

۲۵۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۰۵

۲۶۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۰۶

۲۷۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۱۰
۲۸۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۱۱
۲۹۔ سنن دارمی، حدیث نمبر:۲۹۱۲
۳۰۔ القرآن، النساء، ۴: ۱۱
۳۱۔ ابن حِبَّان، محمد، : صحیح ابن حبان، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الثانية، ۱۴۱۴ھ – ۱۹۹۳ء، ج۱۳، ص۳۱۶، حدیث:۵۹۷۸
۳۲۔ نيسابوري، صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، حدیث:۸۷، ج۱، ص۹۱
۳۳۔ مستدرک حاکم، كتاب البيوع، انّ اربى الربا عرض الرجل المسلم، حدیث:۲۳۰۷، ج۲، ص۳۳۸
۳۴۔ القرآن، النساء، ۴: ۱۰
۳۵۔ ابن حِبَّان، محمد، : صحيح ابن حبان، الناشر: مؤسسة الرسالة –بيروت، الطبعة: الثانية، ۱۴۱۴ ھ– ۱۹۹۳ء، حدیث:۵۹۷۸، ج۱۳، ص۳۱۶
۳۶۔ عاصمی، صاحبزادہ میاں محمد اشرف، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ، قانون کی حاکمیت، خواتین کے حق وراثت کے قانون کی قران اور اعلیٰ عدلیہ کی تشریح، نوائے سوچ، اشاعت:۵ / دسمبر، ۲۰۱۷ء، ناشر: عرفان لاء بک ہاؤس